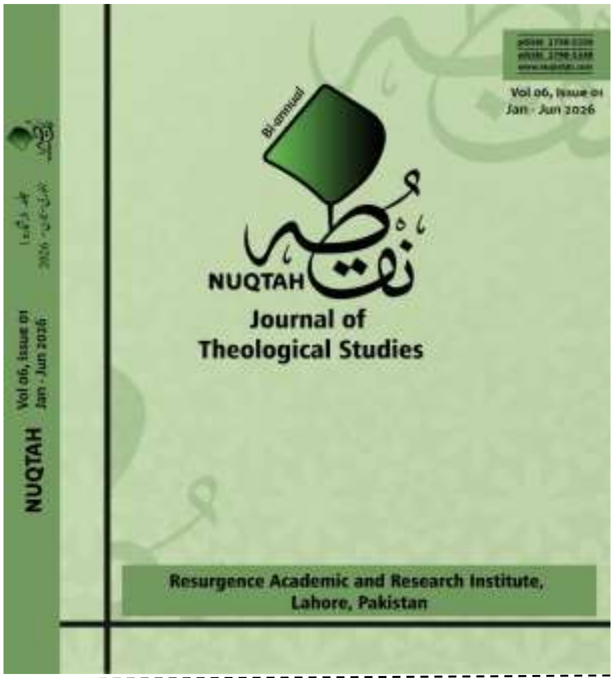

Nuqtah Journal of Theological Studies

Editor: Dr Shumaila Majeed

(Bi-Annual)

Languages : English, Urdu, Arabic

pISSN: 2790-5330 eISSN: 2790-5349

https://nuqtahjts.com/index.php/njts

Published by

Resurgence Academic and Research

Institute Lahore (53720), Pakistan

Email: editor@nuqtahjts.com

مفقود الخبر:معاصر علماء وفقہی اداروں کی آراء کا تنقیدی مطالعہ

Mafqūd al-Khabar: A Critical Study of the Opinions of Contemporary Scholars and Juristic Councils.

Muhammad Muaz Sarwar
M.Phil Islamic Studies, Department of Arabic & Islamic Studies Government College University Faisalabad

Dr Yasir Arfat
Associate Professor, Department of Arabic & Islamic Studies Government College University Faisalabad

Published online: 01 March, 2026

View this issue

OPEN ACCESS

Complete Guidelines and Publication details can be found at:

https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

Abstract

The institution of marriage in Islamic law is not just a legal contract but a social and moral relationship based on companionship, and mutual support, and sustained by the rights and obligations of the spouses. Such companionship assures emotional stability, social harmony as well as economic support. However, complex legal issues arise when a husband becomes Mafqūd al-khabar (a missing person whose status and whereabouts remain unknown for an extended period). In a scenario where a husband is declared Mafqūd al-khabar, serious social, financial, and psychological problems may befall the wife as the marital bond remains in limbo and the wife is neither able to remarry nor enjoy her marital rights to the fullest. This study takes a look at Mafqūd al-khabar in the Islamic jurisprudence by first examining its linguistic and technical meanings before evaluating classical juristic debates on the legal status of the missing husband, and the rights of his wife. It also considers the juristic opinion among jurists of differing schools of Islamic law with regards to the dissolution of marriage in such cases. The study also looks at the position of the contemporary scholars and the modern fiqh institutions and their attempts to deal with this issue in relation to the present social realities. The study concludes by critically assessing these viewpoints and identifying practical juristic approaches that may help resolve cases involving missing spouses while remaining consistent with the principles of Islamic jurisprudence.

Keywords: Mafqūd al-khabar, Missing Husband, Dissolution of Marriage,Islamic Jurisprudence,Contemporary Fiqh Institutions,Family Law in Islam

شریعتِ اسلامیہ میں زوجین کے باہمی تعلقات کو نہایت اہمیت حاصل ہے۔ نکاح کو صرف ایک معاہدہ یا قانونی بندھن نہیں بلکہ ایک روحانی، اخلاقی اور معاشرتی رشتہ قرار دیا گیا ہے، جس میں دونوں فریقین کے حقوق و فرائض متعین کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک نہایت اہم اور بنیادی حق "معیتِ زوجیت" یعنی میاں بیوی کا باہم مل کر زندگی گزارنا ہے۔ یہ باہمی رفاقت صرف جسمانی قربت تک محدود نہیں، بلکہ جذباتی سکون، نفسیاتی ہم آہنگی، اور معاشی و سماجی تعاون جیسے مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید اس تعلق کو "لتسکنوا الیھا" اور "وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ" جیسے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے، جو اس رشتے میں سکون، محبت اور رحمت کی موجودگی کو لازم قرار دیتے ہیں۔ تاہم، اگر یہ معیت و رفاقت کسی وجہ سے عملاً ختم ہو جائے، مثلاً شوہر گم ہو جائے، اس کی کوئی خبر نہ ملے، وہ نہ مالی معاونت کرے، نہ جسمانی طور پر موجود ہو، نہ اس کے متعلق کوئی اطلاع ہو کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا، تو ایسی صورت میں شریعت اس عورت کو بے یار و مددگار چھوڑنے کے حق میں نہیں۔ چنانچہ فقہاء نے اس کیفیت کو "مفقود الخبر" سے تعبیر کیا ہے، اور اس بنیاد پر فسخِ نکاح کے جواز یا عدم جواز پر مفصل بحث کی ہے۔ مفقود الخبر وہ شخص ہوتا ہے جو طویل عرصے سے لاپتہ ہو، اس کی کوئی خبر نہ ہو، اور اس کے واپس آنے کی کوئی امید باقی نہ رہی ہو۔ ایسی صورت میں عورت کو کئی طرح کی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے: نہ وہ عدت گزار کر آگے کا فیصلہ کر سکتی ہے، نہ نان و نفقہ کا حق حاصل کر پاتی ہے، نہ ازدواجی زندگی کی تکمیل ممکن رہتی ہے، اور نہ ہی وہ کسی اور نکاح کے لیے آزاد ہوتی ہے۔ گویا وہ ایک معلقہ کی سی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتی ہے۔ فقہاء کرام نے اس حوالے سے بہت سی آراء پیش کی ہیں۔

اس تحقیقی مضمون میں مفقود الخبر اور اس کی زوجہ سے متعلق احکامات کا تفصیلاً جائزہ لینے کے بعد معاصر علماء اور فقہی اکادمیات کی آراء کو بیان کرنے کے بعد تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

لغوی معنٰی:

تاج العروس میں ہے

عدمه، والفاء والقاف والدال، تدل على ذهاب شيئ و ضياعه۔ الفقد اخص من العدم۔ لان العدم بعد الوجود اى فهو عدم۔[1]

مفقود، عدم کے معنی میں ہے، اس کا مادہ ف ق د ہے۔ یہ کسی چیز کے ضایع ہونے اور اکارت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ فقد عدم کے ساتھ خاص ہے اور عدم وجود کے بعد وقوع پذیر ہوتا ہے، لہٰذا یہ عام ہے۔

علامہ جوھری مفقود کے بارے میں لکھتے ہیں:

فقد: اي طلبته عند غيبته. والفاقد: المراة التي تفقد ولدها او زوجها۔[2]

فلاں شخص نے کسی چیز کے غائب ہونے پر اسے تلاش کیا، الفاقد وہ عورت جو اپنے شوہر یا لڑکے کو کھوئے۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفقود کا لفظ لغت میں کسی چیز کے گم ہو جانے ضائع ہو جانے اور معدوم ہونے پر بولا جاتا ہے۔

اصطلاحی معنی:

اصطلاح میں مفقود کہتے ہیں:

من غاب فلم يؤقف على اثره ولم يؤصل الى خبره۔[3]

مفقود اس شخص کو کہتے ہیں جس کو تلاش کرنے پر نہ اس کے نشانات ملیں اور نہ ہی کوئی اطلاع ملے۔

مثلاً کوئی شخص غائب ہو جائے اور کہیں سے اس کا اتہ پتہ نہ چلے اور نہ یہ معلوم ہو کہ آیا وہ زندہ ہے یا وفات پا گیا ہے تو ایسے شخص کو فقہی اصطلاح میں مفقود الخبر کہتے ہیں۔

مفقود الخبر کی تعریف:

فقہائے کرام نے مختلف تعبیرات کے ساتھ مفقود الخبر کی تعریف کی ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے:

احناف:

الدر المختار میں مفقود الخبر کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے:

غائب لم يدر احي هو فيتوقع قدومه ام ميت اودع اللحد۔[4]

کوئی شخص ایسا غائب ہو کہ نہ یہ معلوم ہو کہ وہ زندہ ہے تاکہ اس کی واپسی کا انتظار کیا جائے یا اس بابت بھی علم نہ ہو کہ وہ مر کر پیوندِ خاک ہو گیا ہے۔

اسی طرح کنز الدقائق میں مفقود الخبر کی تعریف کی گئی ہے

هو غائب لم يدر موضعه۔[5]

یعنی مفقود سے مراد ایسا غائب شخص ہے جس کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں ہے۔

پہلی تعریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص پر مفقود ہونے کا حکم اس کی زندگی اور موت سے لاعلمی کی بناء پر لگایا جائے گا۔ جب کہ دوسری تعریف کے میں یہ قید پائی جاتی ہے کہ وہ شخص جس کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کس جگہ موجود ہے۔

امام طحاوی مفقود کی تعریف کرتے ہوئے ان دونوں چیزوں کو ملا دیتے ہیں:

والمفقود الرجل يخرج في وجهه فيفقد فلا يعرف موضعه ولا يستبين امره او ياسره العدو فلا يستبين موته۔[6]

ایسے شخص کو گم شدہ تصور کیا جائے گا جو گھر سے نکلا ہو اور غائب ہو جائے نہ یہ پتہ چلے کہ وہ کہاں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی اور خبر ملے، یا اسے دشمن نے قید کر لیا ہو اور اس کی موت کی کوئی خبر نہ ہو۔

لہٰذا حنفی عبارات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مفقود کا اصل دارومدار اس کی زندگی اور موت سے لاعلمی پر ہے۔

مالکیہ:

مالکیہ کے ہاں عموماً مفقود کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے:

من انقطع خبره، ممكن الكشف عنه۔[7]

یعنی ایسا شخص جس کی کوئی خبر نہ ملے اور اس کا ظاہر ہونا (ملنا) ممکن ہو۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مالکیہ کے ہاں بھی کسی کو مفقود قرار دینے میں اصل چیز اس کی موت وحیات اور محل وقوع کے بارے میں لاعلم ہونا ہے۔

شافعیہ:

شافعیہ نے مفقود کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

انقطع خبره، ولا يعلم أنه حي أو ميت۔[8]

(کوئی شخص اس طرح غائب ہوا کہ) اس کا کسی کو کوئی پتہ معلوم نہیں، اور نہ یہ پتہ ہو کہ وہ زندہ یا مر گیا۔

اس تعریف کا لب لباب بھی حنفیہ اور مالکیہ کی مفقود کے بارے میں تفصیل ہے۔

حنابلہ:

حنابلہ مفقود کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

من لا تعلم له حياة ولا موت لانقطاع خبره۔[9]

یعنی کسی شخص کے لاپتہ ہونے کی وجہ سے اس کی موت وحیات کا علم نہ ہو۔

ان تمام تعریفوں کا بنیادی نکتہ یہی ہے کہ مفقود وہ لاپتہ شخص ہے جس کی زندگی کا موت کی کوئی اطلاع نہ ہو۔ لہٰذا اگر کوئی شخص لاپتہ نہیں ہے تو اسے غائب یا محبوس کہیں گے۔

زوجہ مفقود الخبر کے احکامات

مفقود الخبر کی زوجہ دوسرے نکاح کی مجاز ہوگی یا نہیں؟ اس میں فقہاء کی مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔

احناف:

فقہاء احناف زوجہ مفقود الخبر کے نکاح ثانی کے متعلق فرماتے ہیں کہ متعلقہ عورت اتنی عمر کے بعد نکاح ثانی کر سکتی ہے جس میں غالب توقع یہ ہے کہ اب شوہر کی موت واقع ہو چکی ہوگی۔ یہ مدت انتظار کیا ہوگی؟ اس میں خود فقہاء احناف کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔

شرح وقایہ میں امام التمرتاشی سے 90 سال نقل کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔

وقال بعضهم تسعون سنة لان الزيادة في زماننا عليها غاية الندوة فلا تناط بها الاحكام الشرعية مدارها على الاغلب قال الامام التمرتاشي وعليه الفتوى۔[10]

اور بعض نے کہا ہے کہ (انتظار کی مدت) نوے سال ہے کیونکہ ہمارے زمانے میں اس میں اضافہ ہو گیا ہے۔ غایت (انتہائی حد) کی وجہ سے شرعی احکام اس پر نہیں لگائے جاتے، بلکہ ان کا دار و مدار اکثریت پر ہوتا ہے۔ امام تمرتاشی نے یہ فرمایا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اسی طرح صاحب جامع الرموز نے لکھا ہے:

وعن ابي حنيفه رحمه الله الى ثلثين سنة وعن بعضهم الى ستين وقيل الى سبعين وعن الثلاثة الى ثمانين سنة وعليه الفتوى في زماننا۔[11]

امام ابو حنیفہ سے ایک قول تیس سال کا بھی مروی ہے بعض حضرات نے ساٹھ اور ستر سال کا نقل کیا ہے ایک روایت امام ابو حنیفہ اور صاحبین سے اسی سال کی نقل کی جاتی ہے۔ صاحب جامع الرموز کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں اسی پر فتوی ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ احناف کے ہاں انسان کی جو طبعی (اوسط) عمر ہے اس عمر تک زوجہ اپنے گم شدہ شوہر کی واپسی کا انتظار کرے گی، اس کے بعد چاہے تو عقد ثانی کر سکتی ہے۔

شوافع:

امام شافعی کے زوجہ مفقود الخبر کے متعلق دو اقوال ہیں:

1. یہ کہ وہ نکاح فسخ کروا کر دوبارہ نکاح کر سکتی ہے۔
2. اس عورت کے لیے فسخ کرانا جائز نہیں ہے اور یہی صحیح قول ہے۔

امام ابو اسحاق شیرازی لکھتے ہیں:

إذا فقدت المرأة زوجها وانقطع عنها خبره ففيه قولان: أحدهما: وهو قوله في القديم أن لها أن تفسخ النكاح ثم تتزوج لما روى عمر بن دينار عن يحيى بن جعدة أن رجلا استهوته الجن فغاب عن امرأته فأتت عمر بن الخطاب رضي الله عنه فأمرها أن تمكث أربع سنين ثم أمرها أن تعتد ثم تتزوج ولأنه إذا جاز الفسخ لتعذر الوطء بالتعنين وتعذر النفقة بالإعسار فلأن يجوز ههنا وقد تعذر الجميع أولى والثاني: وهو قوله في الجديد وهو الصحيح أنه ليس لها الفسخ لأنه إذا لم يجز الحكم بموته في قسمة ماله لم يجز الحكم بموته في نكاح زوجته وقول عمر رضي الله عنه يعارضه قول علي عليه السلام تصبر حتى يعلم موته ويخالف فرقة التعنين والإعسار بالنفقة لأن هناك ثبت سبب الفرقة بالتعنين وههنا لم يثبت سبب الفرقة وهو الموت۔[12]

جب کسی عورت کا شوہر لاپتا ہو جائے تو اس میں امام شافعی کے دو اقوال ہیں قول قدیم یہ ہے کہ وہ نکاح فسخ کروا کر دوبارہ سے نکاح کر سکتی ہے کیونکہ عمرو بن دینار نے یحیی بن جعدہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص پر جنات عاشق ہو گئے اور وہ اپنی بیوی سے غائب ہو گیا وہ عورت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس ائی تو انہوں نے اس کو چار سال ٹھہرنے کے بعد عدت وفات گزارنے کا حکم دیا اور اس کے بعد نکاح کرنے کی اجازت دی۔ اس لیے بھی کہ جب وطی کے متعذر ہونے کی وجہ سے مسئلہ عنین میں نکاح فسخ کر دیا جاتا ہے تو نفقہ کے تعذر کی وجہ سے اعسار میں یہاں بطریق اولی نکاح فسخ کر دینا چاہیے۔ تاہم قول جدید یہ ہے کہ اس عورت کے لیے نکاح فسخ کروانا جائز نہیں اور یہی صحیح قول ہے کیونکہ جب مفقود کا تر کہ تقسیم نہیں کیا جاتا تو اس کی بیوی کا نکاح بھی جائز نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے قول کے معارض حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا قول ہے کہ عورت اس وقت صبر کرے جب تک کہ مفقود کی موت کا یقین ہو جائے اور مسئلہ عنین کا جواب یہ ہے کہ وہاں سبب فرقت یعنی عنین کا تحقق ہے اور یہاں سبب فرقت یعنی موت کا تحقیق نہیں ہے۔

امام شافعی نے کتاب الام میں دلائل کے ساتھ قول جدید ہی کا تذکرہ کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

میرے علم کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ شوہر حاضر ہو یا غائب، نکاح کے احکام، نفقہ، ایلاء، ظہار و قوع طلاق کے احکام جوں کے توں نافذ ہوتے ہیں۔ اس طرح اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ عدت یا تو طلاق کی وجہ سے ہوتی ہے یا وفات کی وجہ سے۔

ان الرجل او المراۃ لو غابا او احدھما براً او بحراً ... الخ۔[13]

اس طرح یہ مسئلہ بھی متفق علیہ ہے کہ اگر ایک فریق خشکی یا سمندر میں غائب ہو جائے یا دشمن قتل کر کے نامعلوم جگہ لے کر چلا جائے تو زوجین میں سے ایک کے مال سے دوسرے کی اس وقت تک وراثت نہیں دی جائے گی جب تک کہ دوسرے کی موت کا یقین نہ ہو جائے۔

پہلے مسئلہ میں نکاح کے احکام باقی ہیں۔

تیسری صورت میں موت کے احکام جاری نہیں ہوئے اور دوسرے مسئلے کے مطابق عدت کا طلاق اور وفات کے سوا کوئی اور موقع نہیں تو اب مفقود شخص کی بیوی کے لیے دوسرا نکاح کس طرح جائز ہو گا اور وہ عدت کیوں کر گزارے گی۔

وہ فقہاء جو زوجہ مفقود الخبر کو اپنے خاوند کی موت کی خبر آنے یا قیاس و قرائن سے اس کا اندازہ ہونے تک دوسرے نکاح کی اجازت نہیں دیتے ان کے دلائل یہ ہیں:

وعن المغيرة بن شعبة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم امرأة المفقود امر اته حتى ياتيها الخبر۔[14]

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ اپ ﷺ نے فرمایا مفقود الخبر کی بیوی اس کی بیوی ہے جب تک کہ اس کی موت و زندگی واضح نہ ہو جائے۔

متاخرین احناف کا نقطہ نظر:

چونکہ عملاً زوجہ مفقود الخبر کو زندگی بھر نکاح سے محروم رکھنا ایک مشکل بات تھی اور بہت سے فتنوں کا باعث بھی بن سکتا تھا، کیونکہ یہ بات غور طلب ہے کہ نکاح محض ایک قانونی رشتہ ہی نہیں بلکہ ایک انسان حاجت بھی ہے اور اگر دیکھا جائے تو اس لحاظ سے عملاً یہ بے فائدہ ہو کر رہ گیا ہے، اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے اور رفع ضرر کی بناء پر عورت کو نکاح ثانی کی اجازت دینے کے لیے فقہائے احناف نے ضرورت و مصلحت کی وجہ سے مذہب غیر پر افتاء اور قضاء کی بنیاد رکھی۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

لقول القهستاني لو افتى به في موضع ضرورة لا باس به على ما اظن... لكن قدمنا ان الكلام عند تحقيق الضرورة حيث لم يؤجد مالكي يحكم به۔[15]

علامہ قہستانی نے کہا ہے کہ اگر ضرورت کی بنا پر امام مالک کے قول پر فتوی دیا جائے تو یہ جائز ہے لیکن ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مذہب غیر پر فتوی دینے کا جواز ضرورت کی بناء پر ہے اور ضرورت اس جگہ ہو گی جہاں مالکی عالم موجود نہ ہو۔

صاحب جامع الرموز فرماتے ہیں:

قال مالك والاوزاعي الى اربع سنين فينكح عرسه بعدها كما في النظم فلو افتى به في موضع الضرورة ينبغي ان لا باس به على ما ظن۔[16]

امام مالک اور امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ مفقود کی زوجہ کو چاہیے کہ وہ چار سال تک انتظار کرے اس کے بعد اس کا نکاح کر دیا جائے جیسا کہ نظم میں ہے اور اگر ضرورت کی وجہ سے اس قول پر فتوی دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

علامہ علاؤالدین لکھتے ہیں:

نعم مذهب مالك فالقديم من مذهب الشافعي تقديره باربع سنين لكن في حق عرسه لا غير فتنكح بعدها كما في النوم فلو افتى به في موضع الضرورة ينبغي ان لا باس به۔[17]

جی ہاں امام مالک اور امام شافعی کا قدیم مذہب یہ ہے کہ مفقود الخبر کو چار سال بعد مردہ قرار دیا جائے لیکن یہ صرف اس کی بیوی کے معاملے میں ہے، لہٰذا چار سال کے بعد اس کی زوجہ کا نکاح کیا جا سکتا ہے اور اگر ضرورت کی بنا پر اس قول کے مطابق فتوی دیا جائے تو اس میں کوئی حق نہیں۔

اسی طرح مفتی محمد شفیع مفقود الخبر کی زوجہ کے نکاح ثانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

اگر در حقیقت شوہر مفقود الخبر اور لاپتا ہو گیا اور اس کی موت و حیات کی کوئی خبر نہیں ہے تو اس کی زوجہ مسلمان حاکم سے نکاح فسخ کروا سکتی ہے اور اگر شوہر سے خلوت صحیحہ نہیں ہوئی تھی تو بعد فسخ کے لڑکی کا نکاح فوراً ہو سکتا ہے اور وطی یا خلوت ہونے کی صورت میں بعد عدت کے نکاح ثانی کرنا جائز ہو گا۔[18]

مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اسی کے مطابق فتوی دیا ہے۔[19]

مولانا ابوالاعلی مودودی احناف کی کتب اور فتاوی جات کا جائزہ لینے کے بعد لکھتے ہیں:

علمائے احناف عموماً اپنے فتاوی میں مذہب مالکی کی ان شرائط کو نظر انداز کر جاتے ہیں اور فقدان زوج کی تمام صورتوں میں چار سال تک انتظار کا فتوی دیتے ہیں لیکن یہ درست نہیں ہے خصوصاً موجودہ زمانے میں جبکہ اخلاقی حالات کو بگاڑنے کے بکثرت اسباب پیدا ہو گئے ہیں ہر فاقد الزوج جو عورت کے لیے چار سال کی مدت انتظار پر اصرار کرنا مصالح شرعیہ کے بالکل خلاف ہے.... ایسے حالات میں یہ کہاں تک مناسب ہو گا کہ ایک جوان عورت جب اپنے مفقود الخبر شوہر کی واپسی کا دو تین سال انتظار کرنے کے بعد عاجز آکر عدالت میں رجوع کرے تو عدالت اس کو مزید چار سال انتظار کرنے کا حکم دے یہ ایسی سختی ہے جس میں صرف عورتوں ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ اس کے مضر نتائج ساری قوم میں پھیل جانے کا خوف ہے۔[20]

مالکیہ:

المدونۃ الکبری میں لکھاہے:

أرأيت امرأة المفقود أتعتد الأربع سنين في قول مالك بغير أمر السلطان؟

قال: قال مالك: لا، قال مالك: وإن أقامت عشرين سنة ثم رفعت أمرها إلى السلطان نظر فيها وكتب إلى موضعه الذي خرج إليه فإذا يئس منه ضرب لها من تلك الساعة أربع سنين... أن عمر بن الخطاب قال: أيما امرأة فقدت زوجها فلم تدر أين هو فإنها تنتظر أربع سنين ثم تعتد أربعة أشهر وعشرا ثم تحل۔[21]

امام مالک سے پوچھا گیا کہ عورت حاکم کی اجازت کے بغیر بھی چار سال کی مدت گزار سکتی ہے تو اپ نے فرمایا نہیں اور فرمایا کہ اگر مفقود کی بیوی بیس برس بھی انتظار کرتی رہے اس کے بعد اپنا مقدمہ حاکم کے پاس لے جائے تو حاکم اس کے بارے میں غور وخوض کرے اور جس جگہ وہ شخص گیا تھا اس جگہ پتہ کرے جب اس کا پتہ نہ چلے اور حاکم مایوس ہو جائے تو پھر اس کو چار سال ٹھہرنے کا حکم دے... حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا جس میں عورت کا شوہر لاپتا ہو تو وہ چار سال گزارے اور پھر اس کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گزارے اس کے بعد وہ نکاح کے لیے حلال ہو جائے گی۔

فقال مالك يضرب لامرأته أجل أربع سنين من يوم ترفع أمرها إلى الحاكم، فإذا انتهى الكشف عن حياته أو موته فجهل ذلك ضرب لها الحاكم الأجل، فإذا انتهى اعتدت عدة الوفاة أربعة أشهر وعشرا وحلت۔[22]

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں مفقود الخبر کی زوجہ قاضی سے رجوع کرے تو وہ اس دن سے چار سال کے انتظار کا حکم دے گا، چار سال کے بعد پھر دوبارہ عدالت میں حاضر ہو کر درخواست دے گی اب قاضی اس کے فسخ نکاح کا حکم جاری کر دے گا تو عورت عدت وفات گزارنے کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ مفقود الخبر کی زوجہ کی مدت انتظار کی ابتداء اس دن سے ہو گی جس دن وہ عدالت سے رجوع کرے گی اس سے پہلے چاہے اس نے بیس سال بھی گزارے ہوں تو وہ قابل قبول نہیں ہوں گے۔

اسی طرح وہ شخص جو میدان جنگ میں لاپتا ہو گیا تو اس کے بارے میں امام مالک کا قول یہ ہے:

واما المفقود في قتال المسلمين مع الكفار فقد قال مالك وابن القاسم بانه يعتبر كالمفقود في بلاد الاعداء، وعن مالك: تتربص امراته سنة ثم تعتد وقيل هو كالمفقود في بلاد المسلمين۔[23]

جو شخص کفار کے مقابلے میں لڑتا ہوا مسلمانوں کی صفوں سے لاپتہ ہو جائے تو امام مالک اور ابن قاسم اس کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ ایسے آدمی کو اس شخص کی طرح سمجھا جائے گا جو دشمنوں کے شہر میں لاپتا ہو جائے۔ امام مالک مزید فرماتے ہیں کہ اس کی بیوی ایک سال انتظار کرنے کے بعد عدت وفات گزارے گی (پھر اس کے لیے دوبارہ نکاح کرنا جائز ہو گا)۔

مندرجہ بالا عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص میدان جنگ میں گم ہو جائے تو اس کی زوجہ حاکم کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرے اور وہ تفتیش کے بعد اس کو ایک سال انتظار کرنے کا حکم دے ایک سال کے بعد وہ عورت عدت وفات گزارے اور اس کے بعد دوسرا نکاح کرلے۔

حنابلہ:

مفقود الخبر کے حوالے سے حنابلہ کا مذہب مالکیہ کے نقطہ نظر سے ملتا جلتا ہے کہ عورت چار سال کے انتظار کے بعد عدت وفات گزار کر کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔

البتہ ان دونوں کے نقطہ ہائے نظر میں فرق یہ ہے کہ مالکیہ کے ہاں عورت کا عدالت سے رجوع کرنا ضروری ہے، پھر ہی عقد ثانی کی اجازت ہو گی۔ لیکن حنابلہ کا مذہب یہ ہے:

امرأة المفقود الذي انقطع خبره ...فإنها تتربص أربع سنين، ثم تعتد للوفاة۔[24]

عورت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ عدالت جائے بلکہ وہ اپنے طور پر چار سال کے انتظار کے بعد عدت وفات گزار کر کسی نکاح ثانی کر سکتی ہے۔

وہ حضرات جن کے نزدیک زوجہ مفقود الخبر کی مدت توقف چار سال ہے اور اس کے بعد وہ عورت نکاح فسخ کروا کر عقد ثانی کر سکتی ہے، ان کی دلیل حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنھما کے متعدد فیصلے اور ارشادات ہیں جن کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ زوجہ مفقود الخبر کی مدت توقف چار سال ہے اس کے بعد وہ عدت وفات گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

مصنف لابن ابی شیبہ میں ہے:

عن سعيد ابن المسيب ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان قالا فى امراة المفقود: تربص اربع سنين وتعتد اربعة اشهر وعشرا۔[25]

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنھما زوجہ مفقود الخبر کے بارے میں ارشاد فرماتے تھے کہ وہ چار سال انتظار کرے گی اور اس کے بعد چار ماہ دس کی عدت گزارے گی۔

مدتِ انتظار کا آغاز:

جن فقہاء کے ہاں عورت ایک مخصوص مدت تک انتظار کرے گی، ان کے ہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مدت کا آغاز کہاں سے ہو گا۔ اس میں ان فقہاء سے مختلف آراء منقول ہیں۔ اکثر مالکیہ وغیرہ کے نزدیک اس مدت کا آغاز عورت کی طرف سے عدالت میں درخواست دائر کرنے کے وقت سے ہو گا۔ ایک قول یہ ہے کہ مفقود کی تلاش سے جب مایوسی ہو جائے تو اس وقت سے اس مدت کو شمار کیا جائے گا۔ ایک قول کے مطابق اس شخص کے لاپتہ ہونے کے وقت سے مدتِ انتظار کا آغاز ہو گا۔ تاہم، یہ بات واضح ہے کہ اگر عدالت اپنے فیصلے میں واضح طور پر مدت کے آغاز کا وقت بتا دے تو اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اجتہادی مسائل میں قاضی جو بھی فیصلہ کرے وہ نافذ العمل ہو گا۔

فقہی اکادمیات و علماء کے نقطہ ہائے نظر:

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ زوجہ مفقود الخبر کو فقدانِ زوج کی بناء پر فسخ نکاح کا حق حاصل ہو گا، لیکن اس کی مدتِ توقف میں فقہاء کے مابین اختلاف ہے کہ وہ مدت کتنی ہو گی؟ اس حوالے سے قدیم فقہاء کی آراء پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ دیکھا جائے کہ اس حوالے سے معاصر فقہی اکادمیات اور فقہاء کی کیا آراء ہیں، آیا ان کی آراء قدیم فقہاء والی ہی ہیں یا ان میں سے کسی نے کوئی نئی اجتہادی رائے بھی پیش کی ہے؟ ذیل میں ان آراء کو بیان کیا جا رہا ہے۔

مجمع الفقہ الاسلامی، مکہ مکرمہ:[26]

مجمع الفقہ الاسلامی نے اپنے اجلاس بمطابق 03 صفر 1434ھ / 16 دسمبر 2012 میں زوجہ مفقود الخبر کے حوالے سے رائے دی:

جاء قرار المجمع عن مدة المفقود الذي انقطع خبره عن أهله فلا يعلم عنه حياة ولا موت، بالتشديد على أن لا يُحكم بموت المفقود حتى يثبت ما يؤكد حالته من موت أو حياة، وأن يترك تحديد المدة التي تنتظر للمفقود للقاضي بحيث لا تقل عن سنة ولا تزيد عن أربع، مستعيناً بالوسائل الحديثة في البحث و الاتصال، مع مراعاة ظروف كل حالة وملابساتها، والحكم بذلك بما يغلب على ظن القاضي فيها. وبعد انتهاء المدة المحددة من قبل القضاء، يحكم بوفاة المفقود وتقسم أمواله وتعتد زوجته وتترتب آثار الوفاة المقررة شرعاً، أما في حال تضرر الزوجة من مدة الانتظار فيتم التفريق بينها وبين زوجها الغائب للضرر وفق شروط التفريق الشرعية۔[27]

مجمع الفقہ الاسلامی نے لاپتہ شخص، جس کی زندگی یا موت کے بارے میں کوئی خبر نہ ہو، کے حوالے سے ایک اہم فیصلہ جاری کیا ہے۔ اس فیصلے کا بنیادی زور اس بات پر ہے کہ کسی لاپتہ شخص کی موت کا حکم تب تک نہ لگایا جائے جب تک کہ اس کی حالتِ زندگی یا موت کی تصدیق نہ ہو جائے۔ اس ضمن میں، کونسل نے مفقود الخبر کی مدتِ انتظار کا تعین قاضی پر چھوڑ دیا ہے، بشرطیکہ یہ مدت ایک سال سے کم اور چار سال سے زیادہ نہ ہو۔ قاضی اس مدت کا تعین کرتے وقت جدید ذرائع تحقیق و ابلاغ کا استعمال کرے گا اور ہر معاملے کے حالات و واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسا فیصلہ کرے گا جس میں اس کا غالب گمان شامل ہو۔ جیسے ہی عدالت کی مقرر کردہ مدت ختم ہو جائے گی، مفقود کی موت کا حکم جاری کر دیا جائے گا اور اس کے مال کو تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس کی بیوی عدت گزارے گی اور شرعی طور پر وفات کے تمام نتائج مرتب ہو جائیں گے۔ تاہم، اگر زوجہ مفقود الخبر کو مدتِ توقف سے نقصان پہنچ رہا ہو، تو تفریق کی شرعی شرائط کو مد نظر رکھتے ہوئے زوجین کے مابین ضرر کی بناء پر تفریق کی جائے گی۔

مذکورہ بالا عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجمع الفقہ الاسلامی کے مطابق بغیر کسی تصدیق کے مفقود الخبر کی موت کا حکم نہیں لگایا جائے گا، بلکہ قاضی جدید ذرائع اور حالات کے پیش نظر اپنے غالب گمان کے مطابق کم از کم ایک سال اور زیادہ سے زیادہ چار سال انتظار کی مدت مقرر کرے گا۔ مقررہ مدت کے پورا ہونے کے بعد اس شخص کی موت کا حکم لگایا جائے گا اور فوت شدگان کے احکامات لاگو کیے جائیں گے۔ تاہم، اگر مدت توقف سے زوجہ کو کسی قسم کا نقصان پہنچ رہا ہے یا اس کے لئے گناہ سے بچنا مشکل ہو رہا ہے تو ایسی صورت میں قاضی ضرر کی بناء پر جدائیگی واقع کر دے گا اور عدت گزارنے کے بعد عورت کو عقد ثانی کا حق حاصل ہو گا۔ یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ مدتِ توقف کا تعین اور مفقود کی موت کا حکم قاضی کی صوابدید اور اس کے غالب گمان کے ساتھ خاص کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا، کیوں کہ ایسی صورتحال میں ایک ہی طرح کے کیس میں مختلف فیصلے سامنے آئیں گے اور ہر قاضی اپنی فہم و فراست کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ مزید برآں، یہ چیز ایسے معاشرے میں غیر واضح اور مبہم فیصلوں کا سبب بنے گی جہاں کا عدالتی نظام کمزور یا غیر مؤثر ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ قاضی کی صوابدیدی طاقت کے لئے کوئی معیاری اصول متعین کئے جائیں اور قاضی کو انہی کی روشنی میں فیصلہ کرنے کا پابند کیا جائے۔

المجلس الاسلامی السوری:[28]

مفقود الخبر کے حوالے سے مجلس اسلامی السوری کا موقف بھی مجمع الفقہ الاسلامی والا ہی ہے، ان کے فتویٰ میں مذکور ہے کہ:

إذا ترتب على الزّوجة ضررٌ مِن غياب الزوج، إما لعدم ترک مايكفي من النفقة، أو لخشيتها على نفسها مِن الفتنة، أو غير ذلک من وجوه الضرر، فلها المطالبة بفسخ النكاح لرفع الضرر. وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم: (لا ضررَ ولا ضِرارَ)، ومن القواعد الفقهية المقرَّرة: "الضرر يزال"، وإزالة هذا الضرر لا تكون إلا بعودة الزوج أو التفريق بينهما ولا نرى للقاضي النظر في دعوى طلب التفريق إلا بعد مرور عام كامل من تاريخ الفقد أو الغياب لقلة الضرر قبل انقضاء هذه المدة وامكان احتماله واحتياطا لحق الزوج۔[29]

اگر شوہر کی عدم موجودگی سے بیوی کو نقصان پہنچتا ہے، خواہ یہ نقصان ناکافی نان و نفقہ کی وجہ سے ہو، یا اسے خود کے فتنے میں پڑنے کا خدشہ ہو، یا نقصان کی کوئی اور وجہ ہو، تو اسے اپنا نکاح فسخ کرنے کا مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے تاکہ اس نقصان کو دور کیا جاسکے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: لا ضرر ولا ضرار یعنی کوئی نقصان نہیں اور نہ نقصان پہنچایا جائے، اور فقہی قواعد میں سے یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ: "الضرر یزال" یعنی "نقصان کو دور کیا جائے گا"۔ اس نقصان کو دور کرنا شوہر کی واپسی یا ان کے درمیان جدائی

کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ قاضی کو تفریق کے مطالبے کے مقدمے پر اس وقت تک غور نہیں کرنا چاہیے جب تک کہ گمشدگی یا غیر موجودگی کی تاریخ سے ایک سال مکمل نہ ہو جائے، کیونکہ اس مدت کے اختتام سے پہلے نقصان کم ہوتا ہے اور اسے برداشت کرنا ممکن ہوتا ہے، اور یہ شوہر کے حق کے لیے احتیاط بھی ہے۔

مذکورہ فیصلے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر زوجہ کو خاوند کے مفقود ہونے کی وجہ سے ضرر یا ایذا پہنچتی ہے تو اسے اس بنیاد پر طلب فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔ تاہم، یہاں ضرر کو بہت عمومی انداز میں بیان کیا گیا ہے اور اس بات کی وضاحت نہیں کی گئی کہ کس حد تک ضرر قابل قبول ہوگا اور اس کے لئے عورت سے کس قسم کے ثبوت درکار ہوں گے۔ مزید یہ کہ اگرچہ یہاں عورت کو فسخ نکاح کا حق دیا گیا ہے لیکن ساتھ ہی قاضی کو یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک سال سے پہلے عورت کے اس مطالبے پر غور نہ کرے، یہ حکم اس اصول سے ٹکراتا ہے: الضرر یزال۔ کیوں کہ اگر واقعتاً عورت کو ضرر پہنچ رہا ہو اور برداشت کرنا ممکن نہ ہو تو یہ ایک سال کی تاخیر اس کے حق میں غیر منصفانہ ہوگی۔

مجلسِ شرعی مبارک پوری:[30]

مفقود الخبر کی مدتِ توقف کے حوالے سے مجلس شرعی مبارک پوری نے اپنے فیصلہ نمبر 20 میں امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب میں مذکور مفقود الخبر کی پانچ صورتوں کو بیان کرنے کے بعد مندرجہ ذیل تفصیل ذکر کی ہے:

ضرورت کی حالت میں ہمارے فقہاء نے امام مالک کے مذہب میں مذکور پہلی صورت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسی صورت سے ہی ہر قسم کے مفقود کی زوجہ کا حل نکل آتا ہے۔ اس لئے مفقود کسی قسم کا ہو، عدول اسی صورت کی جانب ہوگا۔ تو حکم یہ ہے کہ مفقود الخبر کسی قسم کا ہو، اس کی زوجہ اگر صبر نہیں کر سکتی تو قاضی کے یہاں استغاثہ کرے گی، قاضی صدقِ دعویٰ ثابت ہونے کے بعد عورت کو چار سال کی مہلت دے گا اور اس مدت میں تحقیق و تفتیش کرے گا، موت و زیست کچھ معلوم نہ ہونے پر عورت پھر قاضی سے رجوع کرے گی اور وہ موتِ زوج کا حکم دے گا پھر عورت عدت وفات گزار کر کسی اور شخص سے نکاح کر سکے گی۔[31]

مذکورہ عبارت سے یہ نتیجہ مستفاد ہوتا ہے کہ مجلس شرعی مبارک پوری نے مفقود الخبر کے مسئلے میں امام مالکؒ کے مذہب کی پہلی صورت کو بطورِ اصول اختیار کرتے ہوئے اسے تمام اقسامِ مفقود پر منطبق قرار دیا ہے، اور اس کے مطابق زوجہ کو چار سالہ مدتِ توقف کے بعد قاضی کے حکم سے نکاحِ ثانی کی اجازت دی جاسکتی ہے، چاہے مفقود کسی بھی قسم کا ہو۔ تاہم، اس میں ایسی عورت کے لیے کوئی رعایت موجود نہیں جو تغیراتِ زمانہ، نان ونفقہ کی عدم موجودگی، معاشرتی دباؤ یا گناہ میں مبتلا ہونے کے اندیشے کے باعث اس طویل مدت تک صبر نہ کر سکے، حالانکہ اصولِ فقہ اور قواعدِ عامہ کی روشنی میں ایسی صورتِ حال میں ضرر اور فساد فی الدین کے خدشے کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے تفریق کا اختیار دینا زیادہ قرینِ انصاف و مصلحت معلوم ہوتا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ:

مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ اگر عورت قسم کھائے کہ وہ چار سال انتظار نہیں کر سکتی تو قاضی بجائے چار سال کے ایک سال انتظار کا حکم دے سکتا ہے۔ پھر اس ایک سال کے گزرنے پر وہ عدت وفات کی بجائے عدت طلاق (تین ماہواریاں) گزارے گی اور پھر دوسری جگہ نکاح کر سکے گی۔[32]

مذکورہ عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا تھانوی کی یہ رائے کہ اگر عورت قسم کھالے کہ وہ چار سال تک انتظار نہیں کر سکتی (ابتلائے معصیت کے خوف سے) تو قاضی ایک سال کی مدت توقف مقرر کر دے اور اس کے بعد عورت عدت طلاق گزار کر نکاح ثانی کر سکتی ہے، قابل غور ہے۔ اس میں ایک جانب مدت توقف کو مختصر کر کے اس کی تحدید ایک سال تک کر دی ہے تاکہ عورت کو دشواری سے بچایا جا سکے، دوسری جانب عدت طلاق کو اختیار کر کے موت کے حکم سے گریز کیا گیا ہے جو کہ احتیاط کے قریب معلوم ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ اس رائے میں قاضی کو ایک عملی راستہ فراہم کیا گیا ہے کہ وہ عورت کے بیان کی روشنی میں فیصلہ کرے، بشرطیکہ وہ صدقِ دعویٰ کی قسم کھائے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی "زوجہ مفقود الخبر" کے بارے میں فرماتے ہیں:

حضرت عمر کے فوجیوں کو چار ماہ کے بعد لازماً گھر جانے کے حکم کو سامنے رکھتے ہوئے، نیز مدت ایلاء کے چار ماہ تک محدود کئے جانے کی حکمت کو مد نظر رکھتے ہوئے، مفقود کی بیوی کو ابتلائے معصیت کے اندیشہ کے پیش نظر صرف چار ماہ انتظار کا حکم دینا مناسب ہے۔[33]

مذکورہ عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی اس رائے میں عورت کے دینی تحفظ کو تو مد نظر رکھا گیا ہے کہ زیادہ عرصہ انتظار کرنے سے کہیں گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو لیکن مدت کا اس قدر مختصر ہونا عملاً کمزور معلوم ہوتا ہے کیوں کہ مفقود کی گمشدگی کی نوعیت ایلاء یا وقتی عسکری تعیناتی سے مختلف ہے۔ ایلاء میں شعوری دوری ہوتی ہے کہ انسان ارادتاً زوجہ سے دوری اختیار کرتا ہے، جب کہ مفقود کی صورت میں ازدواجی تعلق کا کٹ جانا غیر اختیاری اور غیر یقینی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں، خاوند کی عدم موجودگی بذاتِ خود ایک ایسا غم ہے جو کہ عام طور پر عورت کو فوری معصیت میں مبتلا نہیں کرتا، بلکہ انتظار اور امید کا پہلو غالب رہتا ہے۔ لہٰذا زوجہ مفقود کی مدت توقف چار ماہ مقرر کرنا مناسب نہیں ہے۔

راجح مؤقف:

ہمارے نزدیک یہ موقف کہ زوجہ مفقود الخبر ایک سال تک انتظار کرے، راجح اور قرینِ قیاس معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ایک سال کی مدت نہ تو اتنی طویل ہے کہ عورت کی زندگی غیر یقینی صورتِ حال کا شکار ہو، اور نہ اتنی مختصر کہ مفقود کی ممکنہ واپسی کے امکانات کو نظر انداز کر دیا جائے۔ عصرِ حاضر میں ترقی یافتہ مواصلاتی ذرائع اور حکومتی نظامِ معلومات کی موجودگی میں کسی فرد کا ایک سال تک مکمل طور پر لاپتہ رہنا اس کے عدمِ واپسی کا قوی قرینہ بن جاتا ہے۔ قدیم فقہاء کی طویل مدتی آراء اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق تھیں، جب کہ آج کے حالات میں ایک سال کی مدت زیادہ موزوں اور متوازن ہے۔ مزید برآں، شریعت کا اصول "لاضرر ولاضرار" بھی اس موقف کی تائید کرتا ہے، کیونکہ طویل انتظار عورت کے لیے اذیت اور ضرر کا باعث بن سکتا ہے۔

خلاصہ بحث:

فقہی اصطلاح میں مفقود الخبر وہ شخص ہے جس کے متعلق نہ زندگی و موت کا علم ہو اور نہ ہی اس کے مقام کا پتہ چلے۔ ایسی حالت میں اس کی زوجہ ایک معلقہ کی زندگی گزارتی ہے، جو نہ عدت پوری کر سکتی ہے، نہ نان و نفقہ کی مستحق رہتی ہے، اور نہ نکاحِ ثانی کر سکتی ہے، جو کہ "لاضرر ولاضرار " کے خلاف ہے۔ اس مسئلے میں فقہاء کے مابین مدتِ توقف کے حوالے سے شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ احناف کے ہاں طویل انتظار (۳۰ سے ۹۰ سال) کی آراء ملتی ہیں، مگر متاخرین احناف نے امام مالکؒ کے چار سال والے قول کو ضرورت و مصلحت کے تحت اختیار کیا۔ مالکیہ و حنابلہ بھی قاضی کے حکم سے چار سال انتظار اور عدت وفات کے بعد نکاح کی اجازت دیتے ہیں، جبکہ شوافع موت کے یقین کے بغیر نکاح فسخ کے قائل نہیں۔

معاصر فقہی اداروں میں سے مجمع الفقہ الاسلامی اور المجلس الاسلامی السوری نے قاضی کو اختیار دیا ہے کہ وہ جدید ذرائع و قرائن کی مدد سے مفقود کی تلاش کرے اور ایک سے چار سال کے درمیان مدتِ توقف مقرر کرے۔ البتہ اس رائے میں قاضی کی صوابدید پر مکمل انحصار کئی فنی اور عدالتی اشکالات کو جنم دیتا ہے۔ اسی طرح مجلس شرعی مبارک پوری نے ہر قسم کے مفقود کے لئے چار سال مدتِ انتظار کا تعین کیا ہے۔ تاہم، انہوں نے ایسی عورت کے لئے کوئی حل نہیں بتایا جو واقعتاً کسی ضرر کی وجہ سے یا ابتلائے معصیت کی بناء پر طویل مدت انتظار نہیں کر سکتی۔ دوسری جانب مولانا اشرف علی تھانویؒ نے عورت کے صدقِ دعویٰ اور قسم کی بنیاد پر قاضی کو ایک سال بعد عدتِ طلاق کے ذریعے نکاحِ ثانی کی اجازت دینے کا راستہ دکھایا، جو زیادہ عملی، محتاط اور قرینِ انصاف ہے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے صرف چار ماہ کی مدت تجویز کی، مگر یہ موقف مفقود کی نوعیت سے ہم آہنگ معلوم نہیں ہوتا۔

ان تمام آراء کے تناظر میں محققین کی راجح رائے یہ ہے کہ زوجہ مفقود الخبر کی مدتِ توقف ایک سال ہونی چاہیے، کیونکہ عصر حاضر میں ترقی یافتہ ذرائع مواصلات اور معلوماتی نظام کی موجودگی میں ایک سال کی گمشدگی مفقود کی عدمِ واپسی کا قوی قرینہ بن چکی ہے۔ یہ موقف تغیراتِ زمانہ کی بناء پر عورت کے تحفظ کے قریب تر ہے، اور اس سے عورت کو ایک غیر یقینی اور ضرر رساں تعلق سے نکلنے کا شرعی و قانونی راستہ فراہم کیا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات:

[1] al-Zabīdī, Muḥammad Murtaḍā al-Ḥusaynī, *Tāj al-ʿArūs*, 5:166.

[2] al-Jawharī, Abū Naṣr Ismāʿīl b. Ḥammād, *al-Ṣiḥāḥ*, Beirut: Dār al-Ḥaḍārah al-ʿArabiyyah, 1974, 2:253.

[3] al-Nasafī, ʿUmar b. Muḥammad, *Ṭalibat al-Ṭalabah*, Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1997, p.171.

[4] *al-Durr al-Mukhtār*, 4:292.

[5] al-Nasafī, ʿAbd Allāh b. Aḥmad, *Kanz al-Daqāʾiq*, Madīnah: Dār al-Sirāj, 1432H, p.396.

[6] al-Ṭaḥāwī, Abū Jaʿfar Aḥmad b. Muḥammad b. Salāmah, *Mukhtaṣar Ikhtilāf al-ʿUlamāʾ*, Beirut: Dār al-Bashāʾir al-Islāmiyyah, 1417H, 2:329.

[7] al-Kharshī, Muḥammad b. ʿAbd Allāh, *Sharḥ Mukhtaṣar Khalīl*, Beirut: Dār al-Fikr, 4:149.

[8] al-ʿImrānī, Abū al-Ḥusayn Yaḥyā b. Abī al-Khayr, *al-Bayān fī Madhhab al-Imām al-Shāfiʿī*, Jeddah: Dār al-Minhāj, 1421H, 9:176.

[9] al-Buhūtī, Manṣūr b. Yūnus, *Kashshāf al-Qināʿ ʿan Matn al-Iqnāʿ*, 4:464.

[10] Laknawī, Muḥammad ʿAbd al-Ḥayy, *ʿUmdat al-Riʿāyah maʿa Sharḥ al-Wiqāyah*, Lucknow: Maṭbaʿ Munshī Nawal Kishore, 2:354.

[11] al-Khurāsānī, Shams al-Dīn Muḥammad, *Jāmiʿ al-Rumūz*, Qazan: al-Maṭbaʿah al-Karīmiyyah, 1323H, 3:390.

[12] *al-Muhadhdhab*, 3:124.

[13] al-Shāfiʿī, Muḥammad b. Idrīs, *al-Umm*, 5:255.

[14] al-Dāraquṭnī, Abū al-Ḥasan ʿAlī b. ʿUmar, *Sunan al-Dāraquṭnī*, 3:312.

[15] al-Ḥaṣkafī, Muḥammad b. ʿAlī, *al-Radd al-Muḥtār*, 4:295–296.

[16] al-Khurāsānī, Shams al-Dīn Muḥammad, *Jāmiʿ al-Rumūz*, 3:390.

[17] al-Ḥaṣkafī, ʿAlāʾ al-Dīn, *al-Durr al-Muntaqā ʿalā Multaqā al-Abḥur*, Beirut: Dār Ibn Ḥazm, 1:713–714.

[18] *Fatāwā Dār al-ʿUlūm Deoband*, 2:667.

[19] Gangohī, Rashīd Aḥmad, *Taʾlīfāt Rashīdiyyah*, Lahore: Idārah Islāmiyyāt, 1412H, p.396.

[20] Mawdūdī, Sayyid Abū al-Aʿlā, *Ḥuqūq al-Zawjayn*, Lahore: Idārah Tarjumān al-Qurʾān, pp.144–145.

[21] Mālik b. Anas, *al-Mudawwanah al-Kubrā*, Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1415H, 2:30–31.

[22]Ibn Rushd al-Ḥafīd, *Bidāyat al-Mujtahid*, 3:75

[23] Wizārat al-Awqāf wa al-Shuʾūn al-Islāmiyyah, *al-Mawsūʿah al-Fiqhiyyah*, 38:269.

[24] al-Mardāwī, ʿAlāʾ al-Dīn Abū al-Ḥasan ʿAlī b. Sulaymān, *al-Inṣāf*, 9:288.

[25]Ibn Abī Shaybah, Abū Bakr ʿAbd Allāh b. Muḥammad, *al-Muṣannaf*, Riyadh: Dār Kunūz Ishbīliyā li-l-Nashr wa-l-Tawzīʿ, 1436H, 9:356

[26] Rābiṭat al-ʿĀlam al-Islāmī established this institution as a permanent branch. In December 1963, at the General Islamic Conference of Rābiṭat al-ʿĀlam al-Islāmī, a resolution was presented to gather scholars and jurists of the Muslim world in a single center. It was decided to establish an Islamic academy composed of scholars and researchers to address contemporary issues. Accordingly, in 1393H, an institution formally emerged under the name Majmaʿ al-Fiqh al-Islāmī.

[27] https://www.lahamag.com/article/26421

[28]al-Majlis al-Islāmī al-Sūrī was established in Istanbul on 14 April 2014 to provide Sharīʿah guidance to the Syrian people, unite various Islamic and intellectual groups, and defend the unity and Islamic identity of the homeland. It represents a joint platform of moderate Islamic forces in Syria.

[29] https://sy-sic.com/?p=5495

[30] Majlis Sharʿī Mubārakpūr, a collective ijtihād institution of scholars belonging to the Barelvi school, was established on Saturday, 19 December 1992, at Dār al-ʿUlūm Ashrafiyyah Miṣbāḥ al-ʿUlūm, Mubārakpūr, India. Its headquarters is also located in Mubārakpūr. Among its primary objectives is organizing scholarly deliberations to resolve Sharʿī issues.

[31] Niẓām al-Dīn Riḍwī (Muftī), *Majlis Sharʿī ke Fayṣale*, Lahore: Wa al-Ḍuḥā Publications, 1436H, 1:233.

[32] Thānvī, Ashraf ʿAlī, *al-Ḥīlah al-Nājizah*, p.71.

[33]Mawlānā Khālid Sayf Allāh Raḥmānī, *Jadīd Fiqhī Masāʾil*, 3:97–98.